# نمازوں کو سنوار کر اور سوز و گداز پیدا کر کے ادا کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ / دسمبر ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

پچھلے چند خطبے اقامة الصلوة کی طرف توجہ دلانے کے لئے وقف کئے گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام دنیا سے جو اطلاعیں مل رہی ہیں ان خطبات کا بہت نیک اثر ظاہر ہوا ہے۔ انتظامات کی طرف سے بھی یہی اطلاعیں ملی ہیں اور انفرادی طور پر بھی کہ بکثرت ایسے نوجوان جو نمازوں میں سست تھے خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑے انہماک اور توجہ سے نماز ادا کرنے لگ گئے ہیں اور وہ جو نماز نہیں پڑھتے تھے وہ پڑھنے لگ گئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تربیت کا مسئلہ اتنا آسان نہیں جتنا بعض لوگ اسے سمجھ لیتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ بار بار کوشش کی جاتی ہے کوشش میں ذرا سی بھی کمی واقع ہو جائے یا وہ محرکات پیچھے ہٹ جائیں جن کے نتیجہ میں ایک بات ظاہر ہوتی ہے تو انسانی فطرت میں یہ کمزوری ہے کہ وہ نیکیوں سے بھی پیچھے ہٹنے لگتی ہے۔

چنانچہ رمضان شریف عبادت کو جتنا بلند مقام عطا کر جاتا ہے اگر انسانی طبیعت میں اسے قائم رکھنے کا خاصہ ہوتا، یہ طاقت ہوتی کہ اسے سمیٹ لے اور چمٹ کے بیٹھ جائے تو ناممکن تھا کہ رمضان شریف کے دوسرے یا تیسرے مہینے مسجدوں کا وہ حال ہو جاتا جو ہمیں نظر آتا ہے اور دل کو تکلیف دیتا ہے۔ کہاں رمضان کی رونقیں اور کہاں رمضان کے بعد کی مسجد کی حالت حالانکہ جس خدا سے تعلق کے اظہار کے طور پر مومن مسجد میں جاتا ہے وہ خدا تو اسی طرح اس کا منتظر رہتا ہے اس میں تو کوئی زوال نہیں۔ وہ خدا اسی طرح اس کی محبت کی طلب کرتا ہے جس طرح ایک محبوب اپنے پیارے

کی محبت کی طلب کرتا ہے۔کبھی اس محبت میں انتہا کر دینی اور کبھی اتنا پیچھے ہٹ جانا کہ گویا واسطہ ہی کوئی نہیں تھا، واقفیت ہی کوئی نہیں تھی، یہ رمزیں تو عاشقی کی رمزیں نہیں ہیں۔ پس جہاں مومن کو سمجھانے کی ضرورت ہے وہاں اس مومن کو جو تربیت کا کام کرتا ہے خود یہ سمجھنے کی بھی ضرورت ہے کہ خدا تعالیٰ کے حقوق ادا کرتے وقت استقلال اور صبر سے کام لینا چاہئے اور وقتی نیکیاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

نیکیوں کی ذات میں دوام کا معنی پایا جاتا ہے۔قرآن کریم الصالحات کے ساتھ الباقیات کا ذکر فرماتا ہے۔الصلحات الباقیات وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ (مریم:۷۷) یعنی جس طرح مرضی اس کو بیان کریں دونوں کے درمیان ایک بندھن ہے کہ باقی رہنے والی چیز ہی اصل میں صالح ہے۔صالح چیز ہی وہ ہے جو باقی رہا کرتی ہے باقی چیزیں مٹ جایا کرتی ہیں۔تو نیکیاں بھی اگر ان میں بقا پیدا نہ ہو، ان میں اگر دوام نہ آئے تو وہ کوئی مستقل نتیجہ پیدا نہیں کیا کرتیں۔اس لئے جب ہم سوسائٹی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے نزدیک وہی نیکیاں نیکیاں ہیں جو قومی قوت کا موجب ہیں جن میں دوام آ گیا ہے، جو ہمیشہ کے لئے اپنی ذات میں قائم ہوگئی ہیں اور نماز کے ساتھ قیام کا لفظ اسی لئے بار بار بولا گیا اور بار بار استعمال ہوا کہ نماز ہے ہی وہی جو قائم ہو چکی ہو۔ جو نماز قائم نہ ہوئی ہو، آئی اور گزر گئی، کھڑی ہوئی اور پھر گر گئی، قرآن کریم کی اصطلاح میں اس کو نماز نہیں کہا جاتا۔

پس یہ خوشی کی بات تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بکثرت جماعت کی توجہ نمازوں کی طرف مبذول ہوئی ہے۔ جو پہلے کم پڑھتے تھے وہ زیادہ پڑھنے لگے، جو نہیں پڑھتے تھے وہ پڑھنے لگ گئے، کوئی شک نہیں خوش کن خبر ہے لیکن اس کے پس منظر میں کچھ تکلیف دہ چیزیں بھی نظر آ رہی ہیں۔ جو پڑھتے تھے انہوں نے چھوڑی کیوں تھیں، جو زیادہ پڑھتے تھے انہوں نے کم کیوں شروع کر دیں اور اگر ایک دفعہ ایسا ہوا ہے تو کل کیوں نہیں ہوگا؟ اس کی فکر کرنی چاہئے۔

یہ بات سمجھانے کی ضرورت ہے اور مذکر کو خود یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب تک میں مستقلاً خود نصیحت پہ دوام اختیار نہیں کروں گا اس قسم کے دردناک واقعات ہوتے ہی رہیں گے اور میرا کام نہ صرف یہ کہ پیغام پہنچانا ہے بلکہ اس پیغام کو زندہ رکھنا اور مسلسل یاد دلاتے چلے جانا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۲﴾ (الغاشیہ:۲۲) نصیحت کر

اور نصیحت کرتا چلا جا۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿۲۲﴾ تو ہے ہی نصیحت کرنے والا۔ تیری دائمی صفت ہے کہ تو نصیحت کرتا ہے اور نصیحت کرتا چلا جاتا ہے۔

پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام مُذَكِّرٌ ہونا بتاتا ہے کہ نصیحت وہی ہے جو دوام پکڑ جاتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ نیکیوں کو دوام ہونا چاہئے بلکہ جو نیکیاں قائم کرنے والے لوگ ہیں وہ اپنی نصیحت کو بھی دوام بخشتے ہیں۔ وہ تھکتے نہیں اور بار بار کہتے چلے جاتے ہیں اور کہتے چلے جاتے ہیں۔

پس تنظیموں کو میں توجہ دلاتا ہوں اور انفرادی طور پر ان دوستوں کو بھی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے خود نمازوں پر قائم ہو چکے ہیں اور دائم ہو چکے ہیں اور محافظ ہو چکے ہیں کہ وہ دوسروں کی نمازوں کو بھی قائم کریں، ان کو حفاظت کے معیار تک پہنچا ئیں اور دوام بخشیں اور جب تک یہ نہیں ہوتا وہ نہ تھکیں، نہ ماندہ ہوں، ہرگز پیچھے نہ ہٹیں۔ مستقل محنت کے ساتھ کام کریں یہاں تک کہ جب نمازیں خود اپنی ذات میں قائم ہو جائیں گی، جب قرآنی اصطلاح کے مطابق انہیں دوام آ جائے گا، ان کی حفاظت ہو جائے گی پھر وہ آزاد ہیں پھر خدا تعالیٰ کے فضل سے ان کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

دوسرا پہلو اس بات کا یہ ہے کہ جب بھوکے آدمی کے کان میں یہ آواز پڑتی ہے کہ برتن لگ گئے ہیں تو خوشی تو ہوتی ہے لیکن اس سے بہتر آواز یہ ہے کہ کھانا لگ گیا ہے۔ برتن لگنا بھی اچھی بات ہے کیونکہ اس سے کھانے کے قرب کی خوشبو آنے لگتی ہے لیکن جب کھانا لگ جائے تو ایک بھوکے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی آواز نہیں۔ جب یہ اطلاع ملتی ہے کہ نمازیوں سے مسجدیں بھر گئی ہے تو یہ اطلاع ایسی ہی ہے جیسے کہا جائے کہ برتن لگ گئے ہیں۔ جب تک نمازیں خدا کے پیار سے اور اس کی محبت سے اور اس کے عرفان سے اور اس کی حمد اور اس کی ثناء سے بھر نہیں جاتیں اس وقت تک یہ آواز وہ آواز بہر حال نہیں ہے کہ کھانا لگ گیا ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا کے اکثر نمازی بدقسمتی سے اپنی اکثر نمازوں کے لحاظ سے خالی برتن لئے پھرتے ہیں اور بعض نمازی جو باقاعدہ نماز پڑھنے والے ہیں اور ایک بھی نماز کا ناغہ نہیں کرتے بدقسمتی سے ان کی اکثر نمازیں بھی خالی برتنوں کی طرح ہوتی ہیں۔ اس کی کئی وجوہات ہیں۔ ان وجوہات کو سمجھنا چاہئے اور ان کی طرف توجہ دینی چاہئے اور نماز کی حفاظت کا یہ بھی حصہ ہے۔ حقیقت

یہ ہے کہ خالی نماز ایک بے حفاظت چیز ہے اور وہ فائدے نہیں بخش سکتی جو ایک بھری ہوئی نماز کے فوائد ہوتے ہیں۔ اوران مقاصد کو حل نہیں کرتی جو مقاصد ایک بھری ہوئی نماز سے حاصل ہو سکتے ہیں۔

بھری ہوئی نماز سے کیا مراد ہے؟ جیسا کہ میں نے بیان کیا سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے نماز بھرنی چاہئے، پھران مطالب سے نماز بھرنی چاہئے جو نماز کے الفاظ میں موجود ہیں۔ جب ہم الفاظ ادا کرتے ہیں تو چونکہ بہت سے لوگ نماز کے مطلب سے ہی بے خبر ہوتے ہیں یعنی معنی سے بے خبر ہوتے ہیں اس لئے وہ بے چارے الفاظ تو کہہ جاتے ہیں لیکن انہیں پتہ نہیں لگتا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ میں نے پہلے بھی اس مضمون کو بیان کیا تھا، اس کی میں تکرار نہیں کرنا مگر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ باجماعت نماز کے بعد نماز کے معانی سکھانے اور مطالب سکھانے کا انتظام ہونا چاہئے۔

معانی سے میری مراد یہ ہے کہ سادہ معانی اور مطالب سے میری مراد یہ ہے کہ معنوں کے اندر جو گہرے مضمون پائے جاتے ہیں ان سے آگاہ کیا جائے۔ یہ کام بچپن سے شروع کرنا چاہئے۔ اگر آپ بچپن میں نماز معانی کے ساتھ اور مطالب کے ساتھ ازبر کروادیں تو بچے کا ذہن اتنا گہرا اثر اور نقش قبول کرتا ہے کہ پھر وہ مٹ ہی نہیں سکتا، اس کے لئے ہمیشہ کے لئے ایک ترقی کا رستہ کھل جاتا ہے۔ اس رستے پر چلنا یا نہ چلنا اس کا کام ہے مگر رستہ بہرحال اسے میسر آجاتا ہے۔ بڑے آدمی پر محنت بھی بہت زیادہ کرنی پڑتی ہے اور جو محنت کی جائے اس کا نتیجہ اتنا اچھا نہیں نکلتا جتنا بچے پر محنت کرنے کا نتیجہ نکلتا ہے لیکن بہت سے ایسے بچے ہیں جو اس عمر سے گزر بھی چکے اور کسی نے ان کو نماز نہیں سکھائی۔ یعنی اس کے معانی نہیں بتائے، اس کے مطالب سے آگاہ نہیں کیا اور جوانی کے دور میں داخل ہوگئے ہیں، بہرحال ان پر جوانی میں محنت کرنی پڑے گی۔ ایسے بوڑھے بھی ملیں گے جو جوانی سے گزر کر بڑھاپے میں داخل ہو گئے ہیں اور نماز کے معانی سے نا آشنا ہیں۔ ان پر بڑھاپے میں محنت کرنی پڑے گی اور جتنی عمر بڑھتی چلی جائے گی اتنی آپ کو زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔ یہ چونکہ ایک نسل کا کام نہیں ہے، ایک دور کا کام نہیں ہے، قیامت تک کے لئے اپنی نسلوں کی حفاظت کی ذمہ داری خدا تعالیٰ ہم پر ڈالتا ہے اس لئے اسے آج شروع کریں۔ کل آپ کے بزرگوں نے جو آپ پر محنت کی تھی اس کا پھل آج آپ کھا رہے ہیں۔ کل کے بچوں پر آپ نے محنت کرنی ہے اور کل کی آنے والی نسلوں کو آپ نے پھل عطا کرنے ہیں۔ اس لئے بزرگوں کی محنت کا شکریہ ادا کرنے کا

ایک یہ طریق ہے کہ آپ آئندہ ان کے فیض کو جاری کر دیں۔

دوسرا پہلو نمازوں کے بھرنے کے متعلق یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم نہ ہو اور نماز کا مقصد واضح نہ ہو اس وقت تک مطالب معلوم ہونے کے باوجود بھی نماز نہیں بھرے گی۔ بعض دفعہ پھل موٹا بھی ہو جاتا ہے لیکن پکتا نہیں۔ تو جو لذت پکے ہوئے پھل کے کھانے سے حاصل ہوتی ہے اگر کچے پھل پر آپ منہ ماریں تو بالکل اس کا برعکس نتیجہ نکلتا ہے۔ بعض پھل جو پکنے کے بعد نہایت شیریں ہو جاتے ہیں، رس سے بھر جاتے ہیں اگر کچے کھائے جائیں تو نہ صرف یہ کہ شدید تکلیف پہنچتی ہے بلکہ بعض دفعہ عوارض لگ جاتے ہیں اس لئے نماز کو صرف مطالب سے پڑھنا کافی نہیں جب تک ان مطالب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا رس داخل نہ ہو جائے، اس وقت تک ان مطالب میں مزہ نہیں آسکتا اور نماز کے ساتھ ایک ذاتی لگاؤ پیدا نہیں ہوسکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کا مقصد وصل بیان فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں یہ تو ایک سواری ہے جس پر بیٹھ کر انسان کسی محبوب کی طرف جاتا ہے اور ہر دفعہ ہر سفر کا مقصد اس سے ملاقات ہے۔ پس اگر آپ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں تو نماز کی سواری پر بیٹھ کر آپ پانچ دفعہ خدا تعالیٰ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوتے ہیں، اگر چھ نمازیں پڑھتے ہیں تو چھ دفعہ روانہ ہوتے ہیں اور اگر اس کے علاوہ اور نوافل پڑھ لیتے ہیں تو اتنی ہی دفعہ خدا کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مضمون کو احسان کی تفسیر کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ فرمایا احسان کیا ہے؟ اس طرح نماز پڑھنا کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہو۔ یعنی وصل کی اور کیا تعریف ہے نہ صرف خدا کے حضور حاضر ہو بلکہ اسے دیکھ رہے ہو اور اگر اتنی توفیق نہیں ملتی اس مقام تک نہیں پہنچتے تو کم سے کم اتنا تو ہو کہ گویا خدا تمہیں دیکھ رہا ہے۔ (بخاری کتاب الایمان حدیث نمبر ۴۸) ایسی نمازیں اصل میں وہ نمازیں ہیں جو شیریں اور پر لذت مضمون کے ساتھ بھر جاتی ہیں کیونکہ جس شخص کو آپ مخاطب کر رہے ہیں اور اس کی ثناء اور اس کی تسبیح کر رہے ہیں، اس کی حمد کے گیت گا رہے ہیں اگر وہ سامنے موجود ہو اور آپ کو احساس ہو کہ وہ سن رہا ہے پھر آپ کی اس تعریف اور اس حمد و ثناء میں ایک خاص لذت پیدا ہو جائے گی اور اگر اس کی حاضری کا احساس نہ ہو یا یہ بھی احساس نہ ہو کہ وہ ہمیں دیکھ

رہا ہے تو یہ ساری چیزیں بے معنی ہو جائیں گی وہی الفاظ آپ زندگی میں کروڑوں دفعہ بھی دہرائیں تو ان کے کوئی معنی نہیں ہوں گے یعنی مطلب سمجھنے کے باوجود بھی وہ نتیجہ خیز نہیں ہوں گے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کی طرف بار بار توجہ دلاتے ہیں اور وصال نہ ہونے کی دوا بھی بتاتے ہیں۔ وصال کیسے نصیب ہوتا ہے؟ اس کا علاج کیا ہے اگر نصیب نہ ہو تو؟ فرماتے ہیں:

''جب تک خدا کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہوسکتا اور جب تک وہ خود وصال عطا نہ کرے کوئی وصال کو حاصل نہیں کرسکتا''۔

پس ان معنوں کی رو سے احسان کا ایک اور معنی بھی سمجھ آ گیا کہ کیوں اسے احسان کہا گیا؟ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لقاء کا نام احسان بیان فرمایا ہے۔ اس کا ایک عارفانہ نکتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہمیں یہ معلوم ہوا کہ اس لئے کہ خدا کے احسان کے بغیر وصال نہیں ہوسکتا یہ ہے احسان۔ اللہ کا احسان جب بندے پر ہو جائے تو اس کی نمازوں میں خدا نظر آنے لگ جاتا ہے۔ ایک اور طریق سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ نمازوں کو وہاں تک آگے بڑھاؤ، وہاں تک نمازوں پہ محنت کرو کہ وہ جو سنتا ہے وہ بولنے لگ جائے۔ یعنی خدا اور بندے کے تعلق میں نمازوں کے ذریعہ پہلے تو یک طرفہ مناجات کا تعلق قائم ہوتا ہے اور جب وہ تعلق بڑھتا چلا جاتا ہے اور انسان اس کے حضور یک طرفہ گزارشات کرتا چلا جاتا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ پھر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ وہ جو سنتا ہے وہ پھر بولتا بھی ہے، وہ جواب بھی دیتا ہے۔ اس طرح لقاء کا مضمون مکمل ہو جاتا ہے۔ وہ سامنے آ کھڑا ہوتا ہے۔ یعنی پہلے تمہیں احساس کرنا پڑے گا کہ گویا وہ سامنے ہے، پھر جب اس کی صفات کے گیت گاؤ گے تو یوں محسوس ہوگا جیسے واقعۃً وہ کھڑا ہے اور تمہیں دیکھ رہا ہے اور بعد ازاں وہی وجود بولنے لگ جائے گا اور اپنے کلام سے اپنے وجود کا ثبوت دے گا۔ یہ سب کچھ کیسے حاصل ہوسکتا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جب تک خدا کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہوسکتا اور جب تک وہ خود وصال عطا نہ کرے کوئی وصال کو حاصل نہیں کرسکتا۔ طرح طرح کے

طوق اور قسما قسم کے زنجیر انسان کی گردن میں پڑے ہوئے ہیں‘‘۔

اب آپ اس سے اندازہ کریں کہ نماز کو قائم کرنا درحقیقت کتنی محنت کا کام ہے اور ہونا بھی چاہئے۔ دنیا کے ادنیٰ سے ادنیٰ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے انسان کو محنت کرنا پڑتی ہے بغیر محنت اور کوشش کے وہ حاصل نہیں ہوتے اس لئے یہ تصور کر لینا کہ نماز میں کھڑے ہو گئے اور آپ نے پوری کوشش تمام کر دی اور جو حق تھا ادا کر دیا کیونکہ آپ نے وضو کیا اور نماز میں جا کے کھڑے ہو گئے اور نتیجہ نہیں نکلا اور پھر اس کی ذمہ داری کس پہ ڈالی جاتی ہے اللہ تعالیٰ پر نعوذ باللہ۔ کہتے ہیں ہم تو چلے گئے تھے خدا نے آگے سے جواب ہی نہیں دیا۔ ہم تو گئے تھے لیکن ہمارے دل میں کوئی نیکی پیدا نہیں ہوئی، کوئی لذت محسوس نہیں ہوئی، کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

ایک دوڑ کے مقابلے کے لئے دنیا میں لاکھوں لاکھ انسان دن رات مشقتیں کرتے ہیں کہ وہ عالمی چمپیئن بنیں اور سو گز دوڑ میں آگے جائیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے جو دیکھنے والے ہیں ان کو تو یہی نظر آتا ہے کہ وہ دوڑ پڑا ہے اور بڑا اچھا دوڑ رہا ہے لیکن جو دوڑ میں شامل ہوتے ہیں ان کو پتہ ہوتا ہے کہ کتنی لمبی محنت کی ضرورت ہے۔ ان محنتوں کے بعد بسا اوقات انسان اپنے ضلع کا اول کھلاڑی بھی بن جائے تو یہ بھی ایک بڑی غنیمت ہے۔ بعض ممالک کے کھلاڑی کئی سالوں کی محنت کے بعد بھی اس مقام پر نہیں پہنچتے کہ وہ اپنے ملک کی ٹیم میں شامل ہونے کے اہل قرار دیئے جائیں اور پھر وہ جو اہل قرار دیئے جاتے ہیں وہ عالمی چمپیئن شپ میں داخل ہونا تو درکنار ایسے مقابلے میں ہی ختم ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں ان کو داخلے کی اجازت مل سکتی ہے۔ تو دیکھنا اور بات ہے اور علم حاصل ہونا اور بات ہے کہ فلاں آدمی فرسٹ آ گیا، اول آیا، بڑا اچھا دوڑا تھا اور جدوجہد کر کے اس مقصد کو حاصل کرنا یہ بالکل الگ بات ہے۔

تو نمازوں کو کیوں اتنا آسان سمجھا گیا ہے کہ اس میں کوئی محنت کی ضرورت نہیں جبکہ کائنات کا بلند ترین مقصد یعنی حصول باری تعالیٰ، لقاء باری تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ مل جائے اور اس کا لقاء حاصل ہو جائے۔ اس مقصد کی اہمیت لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وضو کیا، نماز میں کھڑے ہو گئے اور خدا مل گیا اور بات ختم ہو گئی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا یہ خدا تعالیٰ کے کارخانہ قدرت کے خلاف ہے۔ اس نے جو نظام قدرت جاری کیا ہے اس کے بالکل برخلاف بات ہے۔ جتنا بڑا مقصد ہو اتنی بڑی محنت کی ضرورت

ہوتی ہے۔

قرآن کریم بیان فرماتا ہے یَاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ (الانشقاق:۷) وہ انسان جو خدا کی طرف محنت کر رہا ہے اور بڑی شدید محنت کر رہا ہے۔اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ چونکہ تو بے انتہا محنت کر رہا ہے اس لئے بالآخر ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں کہ تو اپنے خدا کو پالے گا،اس کی ملاقات کر لے گا جو نماز ادا کرتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ اس مطلب کو سمجھیں ،اس مقصد کو سمجھیں اور اس کے مطابق محنت کریں ۔ یہ نہ سمجھیں کہ چند نمازوں سے یا خالی خولی مسجد پہنچ کر کھڑے ہو جانے سے مطلوب حاصل ہو جائے گا۔ کچھ نہ کچھ فوائد ضرور حاصل ہوں گے ، یہ محسوس ہونے لگ جائے گا کہ ہم نسبتاً خدا کے زیادہ قریب ہو رہے ہیں ۔ کچھ نہ کچھ اور فوائد بھی حاصل ہوں گے اور یہ محسوس ہونے لگ جائے گا کہ ہم نسبتاً بہتر انسان بن رہے ہیں، ہمارا ضمیر جاگ رہا ہے، ہمارا نفس لوامہ پہلے سے زیادہ طاقتور ہو رہا ہے، ہماری برائیوں اور بدیوں پر زیادہ سختی سے نگرانی کر رہا ہے، اللہ کے ذکر کا کہیں کہیں لطف بھی آنے لگ گیا ہے لیکن یہ تو بہت لمبے مقامات ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ بہت محنت کے بعد اچانک پھل ملے گا۔میرا مطلب صرف یہ ہے کہ بہت محنت کرنی پڑی گی ، بہت لمبی جدوجہد کرنی پڑے گی ۔ ہر منزل پر کچھ نہ کچھ خدا کے قرب کی خوشبوئیں ضرور آئیں گی ، کچھ نہ کچھ نماز کے فائدے ضرور حاصل ہوں گے لیکن اصل مقصد تک پہنچنے کے لئے بہت بڑی محنت کی ضرورت ہے۔

”قسما قسم کے زنجیر انسان کی گردن میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ بہتیرا چاہتا ہے کہ یہ دور ہو جاویں پر وہ دور نہیں ہوتے ۔ باجود انسان کی خواہش کے کہ وہ پاک ہو جاوے، نفس لوامہ کی لغزشیں ہو ہی جاتی ہیں“ ۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کیسا عظیم کلام ہے۔آپ کے ایک ایک جملے میں قرآن کریم کی ایسی عظیم الشان تفسیریں ہیں کہ انسان ورطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ ”نفس لوامہ کی لغزشیں ہو ہی جاتی ہیں“ ۔مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نفس لوامہ جو انسان پر نگران مقرر کر رکھا ہے کہ جب کوئی برا خیال آئے ، جب بدی کا ارادہ کرے تو وہ توجہ دلائے وارننگ دے اور وہ ہمیشہ دیتا ہے ۔لیکن ان لوگوں میں بھی جو نہیں چاہتے کہ بدی میں مبتلا ہوں بعض موقع پر نفس لوامہ لغزش کھا جاتا

ہے اس کی آواز کمزور ہو جاتی ہے۔ یا خواہش کے تلے دب جاتی ہے۔ تو فرمایا یہ نفس لوامہ کی لغزشیں پھر بھی ساتھ لگی رہتی ہیں۔

> ’’پس گناہوں سے پاک کرنا خدا کا کام ہے اس کے سوائے کوئی طاقت نہیں جو زور کے ساتھ تمہیں پاک کر دے۔ پس پاک جذبات کے پیدا کرنے کے واسطے خدا تعالیٰ نے نماز رکھی ہے۔ نماز کیا ہے ایک دعا جو درد سوزش اور حرقت کے ساتھ خدا تعالیٰ سے طلب کی جاتی ہے تا کہ یہ بدخیالات اور برے ارادے دفع ہو جائیں اور پاک محبت اور پاک تعلق حاصل ہو جاوے‘‘۔

اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین ایسی باتیں بیان فرمائی ہیں جن کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ اول نماز کو ایک ایسی دعا قرار دیا جو درد، سوزش اور حرقت یعنی بڑی شدت کے ساتھ گرمی اپنے اندر رکھتی ہے۔ درحقیقت نماز کے معانی میں ایک سوزش اور جلن کا مضمون پایا جاتا ہے۔ بعض اہل لغت کے نزدیک صلوٰۃ کا لفظ صلی سے نکلا ہے۔ جس کا معنی ہے جلنا اور صَلٰی کا مطلب ہے اس نے جلایا، یا وہ جلا، یا وہ ایسی چیز میں داخل ہو گیا جو جلانے والی ہو۔ قرآن کریم میں جو تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً (الغاشیہ:۵) آتا ہے کا یہی معنیٰ ہے۔ صلی کا لفظ ایک ایسے اقدام کے لئے بولا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان کو گرمی پہنچے، آگ کا سامنا کرنا پڑے۔ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (الاعلیٰ:۱۳) بھی فرمایا کہ وہ بڑی آگ میں داخل ہو رہا ہے، یا ہو گیا ہے، یا ہو جائے گا۔ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (النساء:۱۱) وہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل کئے جائیں گے۔ فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا (النساء:۳۱) پھر ہم یقیناً اسے آگ میں داخل کر دیں گے۔

یہ سارا مضمون جس میں لفظ صَلی آیا ہے اس کا تعلق آگ سے اور گرمی سے ہے۔ چنانچہ بعض اہل لغت نے یہ کہا ہے کہ نماز کی اصل یہی ہے یعنی لفظ صلوٰۃ کی اصل یہی صَلی ہے۔ اس کا نماز سے پھر کیا تعلق ہے۔ اگر صلی کا مطلب جہنم میں داخل ہونا ہے تو نماز کا تو یہ مطلب نہیں یہ تو اس کے بالکل برعکس معنی رکھتی ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں؟ بعض اہل لغت نے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ دراصل صلوٰۃ یا صلی یصلی یہ جو استعمال ہے لفظ صلی سے نکلا ہوا ہے یہ باب تفعیل ہے جیسے مرض یمرض تمریضا کہتے ہیں اسی طرح صلی یصلی تصلیا یہ وہ باب تفعیل بتاتے

ہیں۔اور باب تفعیل میں یہ خاصیت پائی جاتی ہے کہ جس معنی کے لئے اصل لفظ ہے اس کے برعکس معنی پیدا کر دیا کرتا ہے۔ چنانچہ مرض کا مطلب ہے وہ مریض ہو گیا۔ وہ بیمار ہو گیا۔لیکن جب باب تفعیل میں یہ لفظ بولیں گے تو مَـــــرَّضَ کہیں گے جس کا مطلب ہے کہ اسے شفا دے دی۔اور یہ عرب استعمال ہے۔ مَـرَّضَه کسی نے اس کو شفا دے دی۔اور مَرَضَ کا مطلب ہے بیمار ہو گیا۔اہل لغت کہتے ہیں کہ دراصل صَـلّـی کا مطلب یہ ہے کہ جہنم کی آگ سے بچانے والی چیز. صلیٰ کا برعکس معنی۔ صَـلٰی کا مطلب ہے آگ میں داخل ہو گیا جبکہ صَلّٰی کا مطلب ہے آگ کو اپنے سے دور کر دیا۔

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے اور معنی بیان فرمائے ہیں۔آپ یہ فرماتے ہیں کہ اس کے مضمون میں آگ ہی داخل ہے لیکن وہ آگ محبت الٰہی کی آگ ہے اور محبت الٰہی کی آگ سے غیر آگ کو دفع کرنا اس کا معنی ہے۔آگ کے مضمون میں جو سوزش اور حرقت ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کے پیار کی آگ ہے اس لئے آگ کا مضمون تو ہے لیکن آگیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔انسان محبت کی آگ میں بھی جلتا ہے۔عشق اور پیار سے بھی گرمی محسوس کرتا اور حسد سے بھی کرتا ہے۔ان دونوں آگوں کا نتیجہ بالکل مختلف ہے، عشق اور محبت کی آگ دل کو گداز کر دیتی ہے اور حسد کی آگ اس کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ایک عذاب ہے اور ایک لذت ہے۔ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ اہل لغت کے مضمون ہی کو نہیں جانتے بلکہ عارف باللہ بھی ہیں، ایک صاحب تجربہ بزرگ ہیں۔اس لئے آپ نے جو معنی پیدا کئے ہیں وہ اہل لغت کے معنی سے کہیں زیادہ بالا اور ارفع اور عالی شان رکھنے والے ہیں۔آپ یہ مضمون بیان فرماتے ہیں کہ اگر نماز میں خدا کی محبت ایک گرمی پیدا نہ کرے تو نماز ہے ہی نہیں کیونکہ وہ اصل سے خالی ہو گی۔نماز کی اصل ہی گرمی ہے اور وہ گرمی چونکہ خدا کی محبت کی گرمی ہے اس لئے اس کے بغیر جو نماز ہے وہ خالی اور بے معنی ہے۔اس کا لفظ نماز کے ساتھ حقیقت میں کوئی تعلق نہیں۔فرماتے ہیں صلوٰۃ کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دعا صرف زبان سے نہیں بلکہ اس کے ساتھ سوزش اور جلن اور حرقت کا ہونا ضروری ہے۔خدا تعالیٰ دعا کو قبول نہیں کرتا جب تک انسان حالت دعا میں ایک موت تک نہیں پہنچ جاتا۔

یہ جو مضمون ہے یہ تو بظاہر ڈرانے والا ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے آگ کا ایک اور مضمون بیان فرمایا ہے۔ آگ کے دو پہلو ہیں۔ ایک آگ وہ ہے جو عشق الٰہی کی آگ ہے اور وہ سوز وگداز پیدا کرتی ہے اور یہی آگ دوسرے جلانے کے معنی بھی رکھتی ہے یعنی گناہوں کو جلا دے اور غیر اللہ کی محبت کو جلا دے اور وہ موت وارد کر دے جس میں انسان سوائے خدا کے باقی سب کے لئے مر جاتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام ڈرانے کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں فرما رہے بلکہ نہایت ہی گہرے معنوں کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں کہ اگر یہ محبت کی آگ زیادہ روشن ہو جائے، اس کا الاؤ زیادہ بھڑک اٹھے، اس وقت پھر تمام غیر اللہ پر تمام غیر خواہشوں پر موت وارد ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس آگ میں جل جاتی ہیں۔

یہ مقام بہت بلند اور بہت بعد کا مقام ہے لیکن اس کی جھلکیاں مومن آغاز سے ہی دیکھنے لگ جاتا ہے۔ انتظار کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کیونکہ نفس امارہ کا یہ جو کلی طور پر جل جانا، یہ یک دفعہ نہیں ہوا کرتا کہ ایک دم کسی چیز کو آگ میں جھونک دیا اور وہ جل کر خاکستر ہوگئی بلکہ جوں جوں آپ قریب جائیں گے وہ گرمی محسوس ہوگی اور بعض اعضاء پر اس گرمی کا زیادہ اثر پڑے گا اور بعض پر کم پڑے گا۔ بعض زیادہ جلن محسوس کریں گے اور بعض زیادہ ذرا ٹھہر کر جلیں گے ان میں مقابلہ کی طاقت زیادہ ہوتی ہے۔ مثلاً بال فوراً جل جاتے ہیں۔ جلد زیادہ برداشت کر لیتی ہے۔ جلد جل جاتی ہے پھر گوشت کی باری آتی ہے پھر ہڈیاں جلتی ہیں اور زیادہ مقابلہ کرتی ہیں اسی طرح انسان کے گناہوں کا بدن ہے اس کے بھی مختلف مراتب میں جلنے کے وقت آتے ہیں۔ مختلف مقامات پر مختلف قسم کے گناہ خاکستر ہوتے ہیں اور یہ ایک لمبا کام ہے لیکن نتائج شروع ہی سے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ نماز پڑھیں اور انتظار کریں کہ کب میں وہ مرد کامل بنوں جس کے بعد میرے گناہ ایک دم جلیں گے۔ اگر آپ کو ہر روز گناہ جلنے کی بو نہیں آتی، اگر محسوس نہیں ہوتا کہ بدی کا کچھ حصہ مجھ سے غائب ہو رہا ہے تو پھر وہ نماز گرمی پیدا کرنے والی نماز نہیں۔ یہ بات دراصل محبت الٰہی کی آگ کے دو پہلو ہیں۔ ایک طرف وہ گداز پیدا کر کے نمو پیدا کرتی ہے۔ ایک نئی روحانی زندگی عطا کرتی ہے، نئی جلا بخشتی ہے۔ دوسری طرف انسان کے بعض پہلوؤں کے اوپر موت وارد کر دیتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ایک عام مقتدی کو کیا کرنا چاہئے؟ کوئی ایسا طریق معلوم ہونا چاہئے کہ جس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ انسان اس اعلیٰ مقصد کی طرف نہ صرف بڑھنے لگے بلکہ محسوس کرنے لگے کہ میں بڑھ رہا ہوں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ اللہ کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے نماز کا انتظار نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اگر آپ نماز پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ نماز میں ہی محبت آجائے گی یہ درست نہیں ہے۔ نماز کی طرف جانے سے پہلے محبت کے آثار آپ کے اندر پیدا ہونے چاہئیں تاکہ جانے کا بھی لطف آئے خدا کے لئے پاک ہونے کا بھی لطف آئے اور پھر جب آپ نماز میں داخل ہوں تو ذہن اس کے لئے تیار ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو لذت آ ہی نہیں سکتی۔ اس لئے روزمرہ کی زندگی میں نماز کو اپنے اوپر اس طرح وارد کریں کہ نماز کی تیاری کے لئے خدا تعالیٰ کی محبت میں بار بار غوطے کھانا سیکھیں اور یہ چیز ایسی ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں ہر حالت میں انسان کو نصیب ہو سکتی ہے۔ ایک بھی لمحہ انسانی زندگی کا ایسا نہیں جو خدا کے فضلوں کا مظہر نہ ہو، ایک بھی دنیاوی لذت ایسی نہیں ہے جس کا رخ آپ خدا کی طرف نہیں پھیر سکتے۔ کھانا کھاتے ہیں آپ کو لذت آتی ہے۔ ایک عارف باللہ ہو اس کو بھی لذت آئے گی اور ایک دنیا کا کیڑا ہو اس کو بھی لذت آئے گی لیکن عارف باللہ اپنی ہر لذت کو دو لذتوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ جبکہ دنیا کے کیڑے کے لئے ایک ہی لذت رہ جاتی ہے۔ وہ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً پر راضی ہو کر بیٹھا رہتا ہے اور وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً (البقرہ:۲۰۲) کی طرف اس کا دماغ جاتا ہی نہیں۔ عارف باللہ کے لئے دنیا کی حسنہ سے آخرت کی حسنہ پیدا ہوا کرتی ہے۔ دو جنتوں کا یہی مضمون ہے کہ دنیا کی جنت کو وہ روحانی جنت میں تبدیل کرتے رہتے ہیں اور دنیا کے میووں کو وہ روحانی میووں میں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ یہ کام آسان بھی ہے اور لذت بخش بھی ہے۔ بار بار اپنے ذہن کو خدا کی طرف منتقل کرنا۔

چنانچہ قرآن کریم نماز کی تاکید فرماتا ہے تو ایک موقع پر فرماتا ہے:۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ (بنی اسرائیل:۷۹)

اس طرح چوبیس گھنٹوں کو باندھ دیا ہے۔ یعنی شروع کر کے آخر وقت تک گویا نماز ہی کی حالت بیان فرمائی ہے۔ نماز پڑھو وہاں سے شروع کر کے وہاں تک گویا بیچ میں کوئی ناغہ نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر حالت جس میں سے انسان گزر رہا ہوتا ہے اس کو عبادت میں تبدیل کر سکتا ہے اور نماز اپنے

معیار کو تبھی پہنچے گی اگر نماز سے پہلے نماز کی اس رنگ میں تیاری کی جائے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی تمنا پیدا ہو جائے، اس کی لقاء کا شوق پیدا ہو جائے اور ہر اچھی چیز سے وہ نظر آنے لگ جائے۔ شروع میں جب یہ آئینہ کثیف ہوگا جب دھندلا ہوگا تو دھندلی سی جھلک نظر آئے گی لیکن آئے گی ضرور۔ ہر لذت، ہر غم، ہر خوف خدا کی طرف انگلی اٹھانے لگ جاتا ہے۔ اگر انسان اپنے اللہ کے وجود کو اپنے اوپر طاری کر لے، اگر یہ ارادہ کر لے کہ میں نے غفلت کی حالت میں زندگی نہیں گزارنی بلکہ شعور کے ساتھ زندگی گزارنی ہے، بیداری کے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو اس کو اپنے ہر طرف خدا ہی خدا نظر آئے گا کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہے گی جہاں وہ خدا کو نہ دیکھے۔ اس کی زندگی حیرت انگیز طور پر ایک نئے زمین و آسمان میں داخل ہو جائے گی۔ اسی زمین و آسمان سے وہ نئی زمین و آسمان پیدا ہوں گے۔

ے چشم مست ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

(درثمین صفحہ:۱۰)

جہاں آپ لذتیں پائیں گے وہاں بھی خدا نظر آئے گا، جہاں لذتوں سے بچیں گے وہاں بھی خدا کو دیکھ کر بچیں گے، جہاں آپ خوف سے ہراساں ہوں گے وہاں بھی خدا نظر آئے گا اور جہاں خوف کو دور کرنے کے لئے اپنے رب کو یاد کریں گے وہاں بھی خدا ہی کی طرف متوجہ ہوں گے۔ پس جب ساری زندگی پر خدا طاری ہونے لگ جائے پھر انسان یہ سوچ کر نماز کی طرف قدم بڑھائے کہ وہاں تو میں دنیا میں بھی الجھا ہوا تھا اور خدا سے بھی مل رہا تھا اب میں خالصۃً اس کے لئے تبتل اختیار کر رہا ہوں، اب اس کی طرف بڑھ رہا ہوں تو پھر اس نماز کی ہر حرکت میں انسان کے دل کے اندر ایک حرکت پیدا ہونی شروع ہو جائے گی۔ وہ جو ایک عام سا سفر ہے وہ ایک رومانیت اختیار کر جائے گا۔ اس میں رفتہ رفتہ پیار اور محبت کے معنی داخل ہونے شروع ہو جائیں گے۔

پھر جب انسان نماز کے اندر معنوں کے ساتھ غور کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو وہ بعض خاص مقامات پر دو طرح سے انسان غور کر سکتا ہے۔ ایک تو ہے ان لفظوں کا عرفان حاصل کرنا مثلاً سورۂ فاتحہ میں ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الفاتحہ:۲)۔ جہاں تک اس کے عرفان کا تعلق ہے یہ اتنا وسیع مضمون ہے کہ ساری زندگی انسان سورۂ فاتحہ کے مطالب پر غور کرتا چلا جائے تب

بھی سورۂ فاتحہ ختم نہیں ہوگی اس کی زندگی ختم ہو جائے گی اور اس کی وجہ سے کبھی بوریت نہیں ہوسکتی۔ جولوگ خالی نمازیں پڑھتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ایک چیز بار بار کہہ رہے ہیں، بار بار اسی طرح کہتے چلے جارہے ہیں۔اس سے انسان بور ہو جاتا ہے۔دل اکتا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ٹھیک ہے پہلے بھی ہم پڑھ چکے ہیں ٹھیک ہے پڑھ کر اس میں سے گزرجاؤ۔یعنی کوئی حد ہونی چاہئے پانچ دفعہ نہیں بلکہ تہجد کے وقت بھی اٹھو اور پھر وہی کلمے دھراتے چلے جاؤ، ہر رکعت میں وہی باتیں کہتے چلے جاؤ۔کوئی حد تو اس کی ہو جولوگ اس طرح نماز دیکھتے ہیں ان کی نمازیں خالی ہو جاتی ہیں لیکن جو معانی اور مطالب پر غور کرنے لگ جاتے ہیں اور ڈوبنے لگ جاتے ہیں ان کی نمازوں میں ایک جذب پیدا ہو جاتا ہے۔

لیکن عارفانہ جذب ایک اور چیز ہے۔محبت کے لئے کچھ اور بھی چاہئے اور اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ انسان تدبر اور فکر کرے۔بعض دفعہ تو محبت تدبر اور فکر کو وہاں سے ہٹاتی ہے اور علیحدگی چاہتی ہے۔یعنی فکر اور تدبر اور باتیں بھی محبت کی راہ میں حائل ہونے لگتی ہیں۔وہی مضمون ہے جو انسانی فطرت کا مضمون ہے۔جب نماز پر وارد ہو تو پھر آپ کو ایسے راستے دکھائے گا کہ جس کے نتیجہ میں آپ کی نماز میں لذت پیدا ہونی شروع ہو جائے گی۔مطالب والا مضمون اپنی جگہ ہے ایک عارف باللہ کی نماز میں عرفان کے نقطہ نگاہ سے غوطہ خوری کے واقعات آتے چلے جاتے ہیں اور بعض دفعہ وہ ایک ہی لفظ میں ڈوب کر کئی دوسرے جہانوں میں پہنچ جاتا ہے لیکن یہ چیز ہر ایک شخص کو حاصل نہیں ہوسکتی اور ایک مشکل مقام ہے اس کے لئے بہت لمبی محنت درکار ہے اور بہت گہرا غور اور تدبر درکار ہے لیکن محبت کا مضمون نسبتاً سادہ ہے، نسبتاً آسان ہے اور اس میں ایک خاص بات یہ ہے کہ تکرار کے باوجود اس میں بدمزگی پیدا نہیں ہوتی بلکہ تکرار سے مزہ بڑھنا شروع ہوتا ہے۔

مثلاً جب آپ سورۂ فاتحہ پر غور کریں تو اس کے جو مرکزی دو کلمات ہیں وہ عشق کے مضمون کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے عارفانہ حصے سے گزرنے کے بعد جب انسان اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر پہنچتا ہے تو یہ ایک بے اختیار عشق کا اظہار ہے اور کلمہ توحید کی تفسیر ہے۔لا الہ الا اللہ کی اس سے اچھی تفسیر ممکن نہیں جو ان دو لفظوں میں بیان کر دی گئی ہے۔اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ہم تیری

ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں اور کسی کی طرف نہیں دیکھیں گے۔

عبادت کا جو مضمون ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بیان کیا ہے اس میں عشق کا معنی پایا جاتا ہے۔ کامل غلامی، جھک جانا، اپنے وجود کو مٹا دینا، اپنے آپ کو دوسرے کے سپرد کر دینا کہ میں تیرا ہو چکا ہوں اور یہ جو تیرا ہو چکا ہوں کا لفظ ہے یہ ہر انسان اپنی زندگی کی کسی نہ کسی حالت میں کسی دوسرے کے لئے استعمال کرتا ہے اور اس لفظ کو وہ کروڑ دفعہ بھی کہے تب بھی اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اپنے محبوب کو ایک آدمی کہتا چلا جائے کہ میں تیرا ہوں، تیرا ہوں، تیرا ہوں، تیرا ہوں ہزار دفعہ ملے ہزار دفعہ وہ دوہرائے تب بھی اس کا پیٹ نہیں بھرے گا اور نہ سننے والے کا پیٹ بھرے گا۔ میں تیرا ہو گیا، میں تیرے سوا کسی کا نہیں رہا خدا نے یہ ایسی لذت اس مضمون میں رکھ دی ہے کہ دنیا کا کوئی انسان یہ کہہ نہیں سکتا کہ اے خدا! مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ مضمون کیا ہے۔ وہ حبشی ہو یا انگریز ہو یا جاپانی ہو یا چینی ہو یا تورانی ہو یا کسی اور وطن کا رہنے والا، ترقی کے کسی بھی مقام پر ہو عبودیت کا مضمون انفرادی طور پر ہر انسان کو معلوم ہے، سپردگی کا مضمون ہر انسان کو معلوم ہے اور جب تک وہ اس منزل تک نہیں پہنچتا اس کو محبت کے معنی آتے ہی نہیں اور کسی نہ کسی وقت ہر انسان اس منزل سے ضرور گزرا ہوا ہوتا ہے اور اس منزل کے حصول کے لئے ہمیشہ تمنا رکھتا ہے۔

تو پانچ دفعہ نماز بوریت کے لئے نہیں ہے بلکہ عشق کے مضمون کو کامل کرنے کے لئے ہے اور اگر انسان اسی مرکزی نکتہ پر غور کرے اور پھر بار بار اس کو محبت کے جذبے سے بیان کرے تو جتنی دفعہ وہ پڑھے گا اتنی ہی زیادہ اس کو لذت محسوس ہوگی۔ اتنا ہی زیادہ وہ اپنے آپ کو خدا کے قریب سمجھے گا اور اتنا ہی زیادہ اس کے نفس لوامہ میں طاقت آئے گی۔ جب وہ یہ کہتا ہے کہ میں تیرا ہوں اور کسی کا نہیں ہوں اور کسی اور کے در پر میں نے نہیں جانا۔ تو اس کے ساری دنیا کے گناہ جھڑ جاتے ہیں یعنی تمام دنیا کے گناہوں کے محرکات ختم ہو جاتے ہیں۔

اس عشق کے مضمون میں تو دیوانگی ہے جیسے مجنوں لیلیٰ کا ہو گیا تو ویرانے جہاں لیلیٰ ہوتی تھی وہ اس کو آبادیوں سے زیادہ پیارے ہو جاتے تھے اور وہ آبادیاں جہاں لیلیٰ نہیں ہوتی تھی وہ اس کو ویرانے نظر آتے تھے۔ تیرا ہی ہو گیا کا یہ معنی ہے کہ اب تو ہے تو میری زندگی میں لذتیں ہیں، تو نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے۔ جہاں جہاں تو مجھے نظر آئے گا وہاں وہاں میں جاؤں گا، جہاں جہاں تو دکھائی

دے گا وہاں وہاں میں پیار کروں گا۔ وہاں سے لذتیں تلاش کروں گا اس کے سوانہیں کروں گا۔ کسی اور کی طرف نہیں جھکوں گا کسی اور سے طلب نہیں کروں گا جو کچھ مانگوں گا تجھ سے ہی مانگوں گا۔

اب اللہ کے مضمون پر آپ غور کریں تو انہی دو باتوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ **لا الـہ الا اللہ** کا یہی معنی ہے کہ محبت اور پیار کے ہر درجہ کے لئے میں نے تجھے اپنا بنا لیا ہے اور مدد طلب کرنے کے ہر درجہ کے لئے میں نے تیری طرف رجوع کر لیا ہے اور کسی اور کی طرف میں نہیں دیکھوں گا۔ اسی لئے عبادت کی جاتی ہے یا اس کے حسن کے نتیجہ میں اس کی عظمت کی وجہ سے اس کے سامنے جھک کر اپنے آپ کو اس کے سپرد کر کے یا پھر حرص و ہوا کی وجہ سے کسی چیز کی طلب کی خاطر کسی کے سامنے جھکتا ہے۔

تو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ کا جو مضمون ہے یہ عشق کا مضمون ہے اور اگر اسے عشقیہ رنگ میں، والہانہ رنگ میں بیان کیا جائے خدا کے حضور عرض کیا جائے تو پانچ دفعہ کیا، جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اگر آپ ہر سانس میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ کہیں آپ کے عشق کو ایک نئی جلا ملے گی نئی زندگی ملے گی اور آپ کا مزہ ان لفظوں میں بڑھتا چلا جائے گا نہ کہ کم ہوگا کیونکہ یہ ایک ایسا انسانی تجربہ ہے کہ جس کے نتیجے میں دنیا کی ہر قوم کا ہر فرد یہ سمجھ سکتا ہے کہ بعض الفاظ ہیں جو تکرار کے نتیجہ میں زیادہ لذت پیدا کرتے ہیں۔

ایک انگریز شاعر غالباً Dryden اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہتا ہے، بڑا مشہور مصرعہ ہے۔

For God's sake! shut your mouth and let me love.

اوہ! خدا کے واسطے اب اپنی باتیں بس کرو مجھے محبت کرنے دو۔ مطلب یہ ہے کہ محبت کے بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں جب کہ سوائے اس کے کہ میں تیرا ہوں اور کوئی بات اچھی نہیں لگتی۔ اردگرد کی باتیں ہو رہی ہوں اور محبت ہو رہی ہوان دونوں میں جوڑ نہیں ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وہ مقام ہے جہاں Let me love کا مقام ہے اور باقی ساری باتیں غائب ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نماز میں بار بار ایسے مقامات لاتا ہے جہاں محبت کا مضمون ایک دم ابھر آتا ہے اور کوئی انسان جس کی توجہ ہٹ رہی ہو وہ ان الفاظ پر پہنچ کر ایک دم خدا کی محبت کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ جب آپ رکوع میں کہتے ہیں **سبحان ربی العظیم** تو اس بات پر کبھی غور نہیں

کرتے کہ رَبّی فرمایا رَبَّنَا نہیں فرمایا۔ میرا رب عظیم ہے اور میرا کہنا جس طرح نَعۡبُدُ میں ہم کا تکلم پایا جاتا ہے جمع کا تکلم ہے۔ یہاں اس کو واحد میں منتقل کر دیا کہ میرا رب سب سے بڑا ہے یعنی اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ سے گزرنے کے بعد اس کو اپنا ہی لیا ہے کہ اب تو میرا ہو چکا ہے۔ اب یہاں بیچ میں سے باقیوں کو بھی ہٹا دیا ہے اور بار بار اس کی تکرار کہ میرا رب سب سے بڑا ہے۔ اس میں اگر آپ میرے لفظ پر غور کریں تو اس میں محبت کا مضمون پیدا ہو جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم اس طرز تکلم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطاب میں بھی بار بار استعمال فرماتا ہے تیرا رب کہہ کر کئی موقعوں پر کہ کیا تیرا رب ایسا نہیں، وہاں بھی اسی محبت اور پیار کا اظہار ہے اور پھر سجدہ میں دوبارہ یہ دونوں عشق کے مقامات ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق میں یہ تفصیل بیان کر رہا ہوں۔ جب آپ نماز میں جھکتے ہیں تو وہ ایک سپردگی کا عالم ہے، وہ ایک اظہار ہے کہ میں تیرے حضور عاجز ہو گیا ہوں اور تیرے سامنے گر رہا ہوں اور وہاں جو کلمات دہرائے جاتے ہیں وہ محبت کے کلمات ہیں اور اس کی انتہاء پھر سجدہ میں ہے وہاں پہنچ کر انسان یہ کہتا ہے سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی کیا بات ہے! میرا رب تو سب سے اعلیٰ ہے، اب خدا کا علو بھی اپنا لیا اور خدا کی عظمت بھی اپنا لی۔ اور بار بار آپ یہ کہیں اس میں بوریت کا تو کوئی سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ کسی حالت میں بھی انسان اس کی تکرار سے اکتا نہیں سکتا۔ جب کہتے ہیں کہ اللہ میرا ہے اور عظیم رب میرا ہے تو ہزار لاکھ، کروڑ دفعہ بھی آپ کہتے چلے جائیں رب کی طرف، اچھے کی طرف منسوب ہونے میں ایک ایسی لذت ہے جو تکرار کے ساتھ ختم نہیں ہوا کرتی بلکہ اگر آپ غور سے تکرار کریں گے، ڈوب کر تکرار کریں گے تو یہ محبت بڑھے گی۔

بہر حال یہ مضمون کہ نماز کو سوچ سمجھ کر اس حالت میں پڑھنا کہ اس میں لذت پیدا ہونی شروع ہو جائے بہت وسیع ہے لیکن چونکہ اب وقت زیادہ ہو رہا ہے اس لئے اس خطبہ کو میں یہیں ختم کرتا ہوں۔ آئندہ پھر کبھی توفیق ملے گی تو چند اور باتیں بھی بیان کروں گا لیکن ضروری نہیں ہے کہ یہ باتیں میں آپ کے سامنے بیان کروں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس تفصیل سے اس مضمون پر روشنی ڈال چکے ہیں اور ایسے ایسے عظیم الشان تجارب سے آپ گزرے ہوئے ہیں اور بعض دوسروں کے حال پر بڑی بصیرت کی نظر ڈال کر آپ نے ان کا مطالعہ کیا ہوا ہے کہ نماز کے مضمون کو

سمجھنے کے لئے اور اپنی نمازوں کو خدا کے پیار اور حمد وثنا سے بھرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلقہ فرمودات اور تحریرات کا مطالعہ کریں۔ اس مطالعہ میں آپ کو محنت کرنی پڑے گی کیونکہ جیسا کہ میں نے چند مثالیں آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض کلمے آپ کو سرسری نظر سے سمجھ ہی نہیں آسکیں گے۔ بظاہر ایک مطلب سمجھ آجائے گا لیکن یہ نہیں معلوم ہوگا کہ اس سے بہت زیادہ گہرا مضمون تھا جتنا آپ سمجھے ہیں۔ اس لئے آپ ان کلمات کو بار بار پڑھیں، غور سے پڑھیں اور ان کی روشنی میں رفتہ رفتہ اپنی نمازوں کو سجائیں اور درست کریں۔

رفتہ رفتہ میں نے اس لئے کہا ہے کہ جب آپ پڑھیں گے تو جیسا کہ مجھے یاد ہے بچپن میں جب میں یہ تحریریں پڑھتا تھا تو بعض دفعہ اتنا خوف طاری ہو جاتا تھا کہ یوں لگتا تھا کہ میں تو اس قابل ہی نہیں کہ نماز کبھی پڑھ سکوں۔ ایک عارف باللہ کا نماز کا تجربہ ہو اور وہ اس مضمون کو بڑی لذت کے ساتھ بیان کر رہا ہو تو ایک کمزور آدمی بعض دفعہ بے حوصلہ ہو جاتا ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ یہ تو اتنی بلند چیزیں ہیں کہ ہم بیچارے کہاں۔ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا لیکن جیسا کہ میں بتایا ہے جب آہستہ آہستہ ایک کام کو کرتے ہیں تو ہو جایا کرتا ہے۔ کتنی بلند چوٹی ہو شروع میں انسان کو وحشت ہوتی ہے کہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اس چوٹی تک پہنچ جاؤں لیکن قدم قدم اٹھائیں اور آہستہ آہستہ طاقت کے مطابق حسب توفیق اس کی طرف بڑھنا شروع کریں۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کی طرف بڑھنے کا جو زندگی کا سفر ہے کچھ تھوڑا سا صبح کرو، پھر دو پہر کو تھوڑا سا آرام کرلیا، شام کو پھر تھوڑا سا سفر کرلیا بہر حال کچھ نہ کچھ آگے بڑھتے رہو۔ جب آپ اس طریق پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمودات کی روشنی میں اپنی نمازوں کو سنوارنا شروع کریں گے تو آپ کو زندگی بھر کا کام مل گیا ایک Life Time Job جس کو کہتے ہیں اور جب آپ نمازوں میں Improvement کر رہے ہوں گے، ان کی اصلاح کر رہے ہوں گے، ان میں کچھ اضافہ کر رہے ہوں گے، نئی تزئین کر رہے ہوں گے تو آپ کا وہی حال ہو جائے گا۔

ؔ آرائش جمال سے فارغ نہیں ہنوز
پیش نظر ہے آئینہ دائم نقاب میں

(دیوان غالب صفحہ:۱۶۲)

یعنی میں تو اپنے حسن کی آرائش سے فارغ ہی نہیں ہو رہا، ہو ہی نہیں سکتا۔ ہمیشہ نقاب کے اندر ایک آئینہ ہے جو میرے پیش نظر ہے۔ غالبؔ نے جو دنیا کے محبوب کے متعلق یہ کہا ہے اس پر تو یہ مضمون صادق نہیں آسکتا کیونکہ نقاب کے اندر آئینہ ہمیشہ رہ ہی نہیں سکتا۔ نقاب کے اندر جو تزئین کرتا ہے آرائش کرتا ہے وہ تو نقاب اٹھا کر دکھانے کی خاطر کیا کرتا ہے۔ لیکن ایک مومن کے اوپر یہ ضرور صادق آجاتا ہے۔ مومن اپنی تزئین نقاب کے اندر رہ کر کرنا چاہتا ہے۔

نماز کا اخفاء سے ایک گہرا تعلق ہے تبھی قرآن قریم دکھاوے کی نمازوں کو رد کرتا ہے اور ان پر لعنت ڈالتا ہے۔ تو نماز کے مضمون پر تو یہ شعر بہت ہی عمدگی سے صادق آتا ہے۔ ایک مومن جب اپنی نمازوں کی آرائش میں مصروف ہو جاتا ہے تو اس کے اوپر یقیناً یہ مضمون صادق آتا ہے کہ ہمیشہ دائم اس کے نقاب کے اندر لوگوں کی نظروں سے مخفی ایک آئینہ ہے جس میں وہ منہ دیکھتا چلا جا رہا ہے اور اپنے چہرے کو زیادہ حسین بناتا چلا جا رہا ہے۔

خدا کرے کہ جماعت احمدیہ کو اس قسم کی نمازوں کو قائم کرنے کی توفیق ملے۔ بڑی کثرت کے ساتھ صاحب لقاء ہم میں پیدا ہو جائیں جو خدا کی طرف بڑھنے لگیں اور خدا کو دیکھنے لگیں اور اس کا لطف محسوس کرنے لگیں۔ اس کے حسن کی لذت میں زیادہ جذب ہونے لگیں یہاں تک کہ وہ مقام آجائے کہ خدا ان سے بولنے لگے ہمیں صرف سننے والا خدا نہ ملے بلکہ بولنے والا خدا میسر آجائے۔